

دینی مدارس میں جدید تعلیم کا مسئلہ

(۱)

دینی مدارس کی سند۔ چند توجہ طلب مسائل

○ مولانا مشتاق احمد ○

برصغیر میں دینی مدارس کی تاریخ، نصاب اور نتائج پر برسوں سے اہل علم گفتگو کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دینی مدارس کے متعلق تین قسم کے نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں:

ایک گروہ درس نظامی کے چار سو سال پرانے نصاب میں کسی قسم کی تبدیلی کا روادار نہیں ہے۔ ان پر اتنا سخت جمود طاری ہے کہ باید و شاید۔ احقر نے بعض اہل علم کو یہ کہتے سنا کہ الحمد للہ میں نے تین دفعہ شرح جامی پڑھی ہے۔ اس گروہ کا ایک طرز یہ بھی ہے کہ طلبہ کو بعض کتب مثلاً شرح مائتہ عامل، کافیرہ وغیرہ حفظ کراتے ہیں۔ راقم کو بعض ایسے حافظ طلبہ سے طالب علمی کے دور میں ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ تیسیر المنطق ابتدائی طلبہ کے لیے ایک مشکل کتاب ہے اور اس مشکل کے ازالہ کے لیے بہت سی شروح تو لکھ دی گئی ہیں لیکن تیسیر المنطق کی جگہ تسہیل المنطق وغیرہ کو داخل نصاب کرنا گوارا نہیں کیا گیا۔ اس طبقہ کے جمود کی مثالوں کا احاطہ کرنے کے لیے ایک الگ مقالہ درکار ہوگا۔

دوسرا گروہ اس قدیم نصاب میں مناسب تبدیلیاں کرنے کا خواہاں ہے۔ مخدوم العلماء محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ تبدیلی نصاب کے ایک دور میں پر جوش داعی تھے۔ لیکن وفاق المدارس کے سربراہ ہونے کے باوجود وہ یہ تبدیلیاں نہ لاسکے۔ معلوم نہیں بعد میں ان کی رائے بدل گئی تھی یا وفاق المدارس کو اسم با مسمیٰ بنانے کا تقاضا غالب آیا اور دینی مدارس کو انتشار سے بچانے کے لیے وہ یہ قدم نہ اٹھا سکے۔

تیسرا گروہ سیکولر ذہن رکھتا ہے اور ان کے پاس دینی مدارس کا ناطقہ بند کرنے کے لیے بے شمار اعتراضات ہیں، مثلاً:

۱۔ دینی مدارس ”بنیاد پرستی“ اور ”دہشت گردی“ کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲۔ مدارس میں عصری تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ وہاں ڈاکٹری، انجینئرنگ وغیرہ کے کورس نہیں کرائے جاتے۔

۳۔ مدارس کا نصاب یکسر بدل دینا چاہیے۔ دنیا چاند پر پہنچ گئی اور مولوی صاحبان ہنوز صدیاں پیچھے ہیں۔

۴۔ یہ مدارس فرقہ واریت پھیلانے کے مراکز ہیں۔ وغیرہ

اس وقت پہلا گروہ بھی ہمارا مخاطب نہیں ہے کہ ہم ان کو جمود توڑنے پر قائل کرنے کے لیے دلائل دیں۔ تیسرے گروہ کے دینی مدارس پر اعتراضات ہمارے نزدیک خلوص پر مبنی نہیں ہیں۔ زیادہ تر بیوروکریٹ اور حکمران اپنی آزادی کے لیے دینی مدارس کو خطرہ سمجھتے ہیں اور ان کے اعتراضات دینی مدارس کو دبانے کے لیے ہوتے ہیں۔ خلوص رکھنے والے ان معترضین میں بہت کم ہیں۔ تاہم اس بات کا جائزہ لینے کی وقتاً ضرورت ہے کہ ان کے اعتراضات کس حد تک جائز ہیں اور ان کا تدارک کیسے کیا جاسکتا ہے۔

احقر دوسرے گروہ سے تعلق رکھنے والے اکابر کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہے۔ ان سے التماس ہے کہ وہ ”ما قال“ پر نظر فرمائیں اور ”من قال“ کو نظر انداز فرمادیں۔ الحکمة ضالة المؤمن کا تقاضا یہی ہے۔

جدید چیلنج کا مقابلہ اور عصری تقاضوں کی رعایت دین اسلام کی بنیادی خصوصیت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا خانہ کعبہ کے طرز تعمیر کو تبدیل نہ کرنا اس بات کی واضح مثال ہے۔ فقہ حنفی میں، جس کے ماننے والے دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں ہیں، عصری تقاضوں کی رعایت پر مبنی قواعد و ضوابط موجود ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ”انا نستعد للبلایا قبل نزولها فاذا ما وقع عرفنا الدخول فيه والخروج منه۔“ ہم مصیبت آنے سے پہلے اس کے مقابلہ کے لیے تیاری کر لیتے ہیں تاکہ جب وہ پیش آئے تو ہمیں معلوم ہو کہ اب کیا کرنا ہے۔ اور مزید فرمایا ”لولا هذا لبقی الناس فی الضلالة“ اگر یہ پیشگی تیاری نہ ہو تو لوگ گم کردہ راہ ہو جائیں۔

دینی مدارس میں عصری تقاضوں کی رعایت کرنے کے متعلق مولانا رضوان القاسمی لکھتے ہیں:

”جدید چیلنج کے مقابلہ اور عصری تقاضوں کی رعایت سے میری مراد یہ ہے کہ طالبان مدارس درس گاہوں کے مضبوط حصار سے باہر کے بعد جن حالات سے دوچار ہوں، وہ ان کے لیے نامانوس اور اجنبی نہ ہوں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور نہ ہو جائیں کہ انہوں نے اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ ایک ایسے قلعہ میں بند رہ کر گزارا ہے جس کا باہر کی دنیا سے کوئی رشتہ نہ تھا بلکہ وہ اس پوزیشن میں ہوں کہ موجودہ تمدن کو، جس کے رگ و پے میں الحاد و دہریت کا خون دوڑ رہا ہے، جس میں علوم و معارف کے ذریعہ خالق کائنات سے تعلق جڑنے کے بجائے ٹوٹنے اور قرار کے بجائے فرار کی تعلیم دی جاتی ہے، اسلام اور اخلاقی سانچے میں ڈھال کر مسلمان بنا سکیں۔ اسلام کے پیش کردہ نظام حیات اور اس کے تمام شعبوں پر ان کو گہری بصیرت حاصل ہو۔ اسلام کے خلاف ہونے والے فکری اور نظریاتی اعتراضات سے بھی وہ نابلد نہ ہوں۔ اس کا مسکت جواب دینے کی بھی صلاحیت رکھتے ہوں